پاکستانی معاشرے میں خاندانی نظام کے مسائل اور اسلامی نظریہ حیات اور تدارک

Family System in Pakistani Society: Problems and Their Remedial Measures in the Light of the Islamic Worldview

Syed Hamid Ur Rehman Shah
PhD Scholar, Institute of Islamic Studies & Sharia Muslim Youth (MY) University, Islamabad
Dr. Bushra Subhan
Assistant Professor, Institute of Islamic Studies & Sharia Muslim Youth (MY) University, Islamabad

Abstract
The family is the first and most influential social institution in which an individual develops moral values, emotional attitudes, interpersonal behaviour and a sense of responsibility. In Pakistani society, the family has traditionally played a central role in providing social protection, maintaining religious and cultural values, and transmitting moral traditions from one generation to another. However, contemporary social changes have significantly affected the structure and functioning of the Pakistani family. Economic pressures, unemployment, changing lifestyles, urbanization, excessive involvement of extended family members, marital conflicts, divorce, weakening of intergenerational relationships, inadequate upbringing of children, neglect of elderly parents, violation of women's rights and irresponsible use of social media have created serious challenges to family stability.

This research examines these challenges in the context of the Islamic worldview. The study is qualitative and analytical in nature and draws upon the Qur'an, Sunnah, classical Islamic sources and contemporary academic research concerning the Pakistani family system. The research argues that Islam does not restrict family life to a set of legal regulations; rather, it establishes an ethical framework based on tranquillity, affection, mercy, justice, mutual consultation, responsibility and respect for human dignity. The Qur'anic concept of marriage as a source of tranquillity and mercy provides a fundamental basis for understanding the relationship between husband and wife. Similarly, Islamic teachings concerning parents, children, inheritance, financial responsibility, reconciliation and kinship provide a comprehensive framework for strengthening family relations.

The study further observes that neither the joint family nor the separate family structure can be regarded as universally ideal. The real criterion is

whether the rights and responsibilities of family members are protected and whether the arrangement promotes justice, privacy, mutual respect and social cooperation. The research concludes that the stability of the Pakistani family requires not merely the preservation of traditional forms but the revival of the moral principles that give those forms their real value. Justice without compassion, authority without responsibility and rights without duties cannot produce a stable family. The Islamic worldview offers a balanced approach in which individual rights are harmonized with collective responsibilities, making it relevant to the contemporary challenges faced by Pakistani families.

Keywords: Family System, Pakistani Society, Islamic Worldview, Marriage, Divorce, Family Relations, Islamic Ethics, Social Stability

موضوع کا تعارف

کسی بھی معاشرے کی مجموعی کیفیت کو سمجھنے کے لیے اس کے خاندانی نظام کا مطالعہ بنیادی اہمیت رکھتا ہے۔ فرد کی پہلی شناخت، اس کے اخلاقی تصورات، دوسروں کے ساتھ برتاؤ اور ذمہ داری کا احساس عموماً گھر ہی سے تشکیل پاتا ہے۔ بچہ جس ماحول میں پرورش پاتا ہے، وہی ماحول اس کے لیے تعلقات کی پہلی درس گاہ بن جاتا ہے۔ اسی لیے خاندان کو محض چند افراد کے ایک ساتھ رہنے کا نام نہیں دیا جا سکتا بلکہ یہ ایک ایسا سماجی ادارہ ہے جس کے ذریعے ایک نسل اپنی اقدار، روایات اور تجربات دوسری نسل تک منتقل کرتی ہے۔ پاکستانی معاشرے میں خاندان کو ہمیشہ ایک مرکزی حیثیت حاصل رہی ہے۔ والدین، اولاد، بہن بھائی اور رشتہ دار ایک دوسرے کے لیے معاشی، جذباتی اور سماجی سہارا بنتے رہے ہیں۔ بیماری، بے روزگاری، شادی بیاہ اور دوسرے مشکل حالات میں خاندان کا تعاون آج بھی پاکستانی معاشرت کی ایک نمایاں خصوصیت ہے۔ تاہم موجودہ دور میں خاندانی تعلقات کی نوعیت میں نمایاں تبدیلی آئی ہے۔ شہری زندگی کا پھیلاؤ، روزگار کے تقاضے، معاشی دباؤ، تعلیم اور ملازمت کے بدلتے ہوئے رجحانات، نئی ٹیکنالوجی اور سوشل میڈیا نے گھر کے اندر باہمی تعلقات کے انداز کو بھی متاثر کیا ہے۔ ایک حالیہ تحقیقی مطالعے میں پاکستانی مشترکہ اور جداگانہ خاندان دونوں میں communication ، مالی ذمہ داری، صنفی تعلقات اور شخصی حدود جیسے مسائل کی نشاندہی کی گئی ہے۔[1]

اس تبدیلی کو صرف یہ کہہ کر نہیں سمجھا جا سکتا کہ "نوجوان نسل بدل گئی ہے"۔ حقیقت یہ ہے کہ خاندانی نظام پر بیک وقت کئی عوامل اثر انداز ہو رہے ہیں۔ بعض تبدیلیاں معاشرتی اور معاشی حالات کا فطری نتیجہ ہیں، جبکہ بعض مسائل ہماری اپنی ترجیحات، تربیت کی کمزوری اور حقوق و فرائض کے عدم توازن سے پیدا ہوتے ہیں۔ اسی

طرح بعض روایات ایسی ہیں جنہیں معاشرے میں مذہب کا درجہ دے دیا گیا ہے، حالانکہ وہ اسلامی تعلیمات کا لازمی حصہ نہیں۔ اس لیے خاندانی مسائل کا سنجیدہ مطالعہ کرتے ہوئے دین، ثقافت اور موجودہ معاشرتی حالات کے درمیان فرق کو سمجھنا بھی ضروری ہے۔

اسلامی نظریۂ حیات خاندان کو انسانی زندگی کے ایک اہم اخلاقی ادارے کے طور پر دیکھتا ہے۔ نکاح صرف دو افراد کے درمیان قانونی تعلق نہیں بلکہ ایک ذمہ دار عہد ہے۔ قرآن مجید نے ازدواجی زندگی کا مقصد سکون، محبت اور رحمت قرار دیا ہے:

وَمِنْ آيَاتِهِ أَنْ خَلَقَ لَكُمْ مِنْ أَنْفُسِكُمْ أَزْوَاجًا لِتَسْكُنُوا إِلَيْهَا وَجَعَلَ بَيْنَكُم مَوَدَّةً وَرَحْمَةً

یہاں خاندان کی بنیاد کسی ظاہری رسم یا معاشرتی دباؤ پر نہیں بلکہ سکون، مودت اور رحمت پر رکھی گئی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اسلامی خاندانی نظام میں حقوق کے ساتھ اخلاقی ذمہ داریوں کو بھی بنیادی حیثیت حاصل ہے۔ شوہر کا حق اپنی جگہ ہے، لیکن بیوی کا حق بھی اسی طرح اہم ہے۔ والدین کا احترام ضروری ہے، مگر ان کے احترام کے نام پر اولاد کی ازدواجی زندگی میں غیر ضروری مداخلت بھی درست نہیں۔ اسی طرح اولاد کی ضروریات پوری کرنا والدین کی ذمہ داری ہے، لیکن تربیت اور کردار سازی بھی اسی ذمہ داری کا حصہ ہے۔ اس تحقیق میں پاکستانی معاشرے میں خاندانی نظام کو درپیش نمایاں مسائل کا جائزہ لیتے ہوئے یہ دیکھنے کی کوشش کی گئی ہے کہ اسلامی نظریۂ حیات ان مسائل کے بارے میں کیا رہنمائی فراہم کرتا ہے۔ تحقیق کا مقصد کسی ایک خاندانی ساخت کو مثالی قرار دینا نہیں بلکہ ان اصولوں کی نشاندہی کرنا ہے جو مختلف حالات میں خاندان کے بنیادی مقاصد، یعنی سکون، تربیت، باہمی تعاون، اخلاقی تحفظ اور معاشرتی استحکام کو برقرار رکھنے میں مدد دے سکتے ہیں۔

پاکستانی معاشرے میں خاندانی نظام کے سماجی و ثقافتی چیلنجز پر ہونے والی حالیہ تحقیق میں جدیدیت، معاشرتی تبدیلی، شادی، طلاق اور بدلتے ہوئے سماجی رویوں کو اہم عوامل قرار دیا گیا ہے۔[3] اسی طرح طلاق کے سماجی اثرات پر ہونے والی تحقیق سے معلوم ہوتا ہے کہ ازدواجی تعلق کے خاتمے کے اثرات صرف میاں بیوی تک محدود نہیں رہتے بلکہ بچوں، والدین اور وسیع خاندان کو بھی متاثر کرتے ہیں۔[4]

2026 میں خاندانی نظام کو درپیش معاصر مسائل پر ہونے والے ایک مطالعے میں معاشی دباؤ، بے روزگاری، گھریلو تشدد، سوشل میڈیا کا غیر متوازن استعمال، والدین اور اولاد کے درمیان فاصلہ، بزرگوں کی عدم توجہی اور رشتہ داری کے کمزور ہوتے تعلقات کو نمایاں مسائل میں شمار کیا گیا ہے۔[5] ان مطالعات سے مجموعی طور پر یہ بات سامنے آتی ہے کہ خاندانی مسائل ایک دوسرے سے الگ نہیں بلکہ باہم مربوط ہیں۔

خاندانی نظام: اسلامی تصور اور پاکستانی معاشرت

اسلامی تصور میں خاندان کی بنیاد نکاح پر قائم ہوتی ہے۔ نکاح محض ایک معاشرتی رسم نہیں بلکہ ایک ایسا عہد ہے جس کے ذریعے دو افراد اپنی زندگی ایک دوسرے کے ساتھ وابستہ کرتے ہیں اور آئندہ نسل کی پرورش کی ذمہ داری قبول کرتے ہیں۔ قرآن مجید نے نکاح کو "مِيثَاقًا غَلِيظًا" یعنی مضبوط عہد قرار دیا ہے۔[6] اس تعبیر سے ازدواجی تعلق کی سنجیدگی اور پائیداری کا اندازہ ہوتا ہے۔

پاکستانی معاشرے میں شادی کو عموماً خاندان کی سطح پر بھی اہم سمجھا جاتا ہے۔ یہ پہلو اپنی جگہ مثبت ہے، لیکن بعض اوقات خاندان کی یہی وابستگی میاں بیوی کی نجی زندگی میں ضرورت سے زیادہ مداخلت کی صورت اختیار کر لیتی ہے۔ والدین کی رائے اور بزرگوں کا تجربہ اہم ہے، مگر نکاح کے بعد میاں بیوی کے تعلق کی اپنی شرعی حیثیت بھی ہے۔ ہر اختلاف میں پورے خاندان کو فریق بنا دینا مسئلے کو حل کرنے کے بجائے اسے زیادہ پیچیدہ بنا دیتا ہے۔

قرآن مجید نے میاں بیوی کے تعلق کے بارے میں فرمایا:

وَعَاشِرُوهُنَّ بِالْمَعْرُوفِ

"اور ان کے ساتھ اچھے طریقے سے زندگی بسر کرو۔[7]"

معروف کا مفہوم صرف چند ظاہری آداب تک محدود نہیں۔ اس میں عزت، مناسب گفتگو، مالی ذمہ داری، ایک دوسرے کی نفسیاتی کیفیت کا خیال، تکلیف سے بچانا اور حالات کے مطابق مناسب رویہ اختیار کرنا شامل ہے۔ اس لیے ازدواجی زندگی کے مسائل کا حل صرف قانونی حقوق جان لینے سے نہیں نکلتا۔ اصل ضرورت ایسے اخلاقی رویے کی ہے جس میں دونوں فریق ایک دوسرے کو شریکِ حیات سمجھتے ہوئے معاملہ کریں۔ یہ اصول مشترکہ خاندان کے بارے میں بھی رہنمائی فراہم کرتا ہے۔ مشترکہ خاندان بذاتِ خود کوئی شرعی فریضہ نہیں، اور جداگانہ رہائش بھی اسلامی اصول کے خلاف نہیں۔ اصل معیار یہ ہے کہ جس طرزِ رہائش کو اختیار کیا گیا ہے، اس میں حقوق اور ذمہ داریاں کس حد تک محفوظ ہیں۔ اگر مشترکہ خاندان بزرگوں کی دیکھ بھال، بچوں کی تربیت اور باہمی تعاون کا ذریعہ ہے تو اس کے مثبت پہلو نمایاں ہوں گے، لیکن اگر اس کے نتیجے میں مستقل مداخلت، بے اعتمادی اور حق تلفی پیدا ہو جائے تو صرف روایت کی بنیاد پر اسے درست قرار نہیں دیا جا سکتا۔[8]

اسی طرح الگ خاندان میں رہنا بھی اس وقت مسئلہ بنتا ہے جب اس کی وجہ سے والدین اور دوسرے رشتہ داروں سے قطع تعلقی شروع ہو جائے۔ اسلام نے خاندان کی رہائش کے کسی ایک طریقے کو لازم نہیں کیا بلکہ حقوق اور تعلقات کی حفاظت کو اہمیت دی ہے۔

پاکستانی خاندان کے موجودہ مسائل

پاکستانی خاندان کو درپیش مسائل میں سب سے نمایاں مسئلہ میاں بیوی کے درمیان بڑھتے ہوئے اختلافات ہیں۔ اختلاف بذاتِ خود غیر معمولی بات نہیں؛ دو مختلف مزاج رکھنے والے افراد کے درمیان رائے کا اختلاف فطری ہے۔ مسئلہ اس وقت پیدا ہوتا ہے جب اختلاف گفتگو کے بجائے ضد، خاموشی، الزام تراشی یا خاندان کے دوسرے افراد کو فریق بنانے کی صورت اختیار کر لے۔ بعض گھروں میں مالی معاملات اس اختلاف کو مزید بڑھا دیتے ہیں۔ آمدنی محدود ہو اور توقعات بڑھتی جائیں تو گھر کے اندر مسلسل دباؤ پیدا ہوتا ہے۔ دوسری طرف شادی بیاہ اور معاشرتی تقریبات میں غیر ضروری اخراجات بھی نوجوان خاندانوں کے لیے مشکلات پیدا کرتے ہیں۔ بعض اوقات شادی کے بعد بھی میاں بیوی اپنے معیارِ زندگی کا موازنہ دوسرے خاندانوں سے کرتے رہتے ہیں۔ اس صورت میں مسئلہ صرف کم آمدنی نہیں رہتا بلکہ احساسِ محرومی بھی اس میں شامل ہو جاتا ہے۔

اسلامی تعلیمات اس معاملے میں اعتدال کی طرف رہنمائی کرتی ہیں۔ قرآن مجید فرماتا ہے:

لِيُنفِقْ ذُو سَعَةٍ مِّن سَعَتِهِۦۖ وَمَن قُدِرَ عَلَيْهِ رِزْقُهُۥ فَلْيُنفِقْ مِمَّا آتَاهُ اللَّهُ

"وسعت والا اپنی وسعت کے مطابق خرچ کرے اور جس کے رزق میں تنگی ہو وہ اس میں سے خرچ کرے جو اللہ نے اسے دیا ہے۔[8]"

اس آیت میں معاشی ذمہ داری کے ساتھ استطاعت کا لحاظ بھی موجود ہے۔ خاندان میں سکون اس وقت پیدا ہوتا ہے جب اخراجات حقیقی ضرورت اور استطاعت کے مطابق ہوں، نہ کہ معاشرتی مقابلے کے مطابق۔

میاں بیوی کے اختلافات میں ایک اور اہم مسئلہ یہ ہے کہ نجی معاملات بہت جلد خاندان کے اجتماعی مسئلے بن جاتے ہیں۔ بعض حالات میں والدین یا بزرگوں کی مدد مفید ہو سکتی ہے، لیکن ہر چھوٹے اختلاف میں کسی ایک فریق کے ساتھ کھڑا ہونا مسئلے کو مزید بڑھا دیتا ہے۔ قرآن مجید نے شدید اختلاف کی صورت میں دونوں خاندانوں سے ایک ایک حکم مقرر کرنے کی ہدایت دی ہے اور اس کا مقصد اصلاح قرار دیا ہے۔[9] اس اصول سے معلوم ہوتا ہے کہ خاندانی مداخلت کی بنیاد فریق داری نہیں بلکہ انصاف اور اصلاح ہونی چاہیے۔ طلاق کے مسئلے کو بھی اسی پس منظر میں دیکھنے کی ضرورت ہے۔ طلاق اسلام میں جائز ہے، لیکن اسے معمولی اختلاف کا فوری حل نہیں بنایا گیا۔

قرآن مجید نے اصلاح، مہلت اور ثالثی کے مختلف راستے دکھائے ہیں۔ اگر اختلاف اس حد تک بڑھ جائے کہ ازدواجی زندگی مسلسل اذیت بن جائے تو علیحدگی کا راستہ بھی موجود ہے، لیکن اس مرحلے پر بھی ظلم، کردار کشی اور انتقام کی اجازت نہیں دی گئی۔

پاکستانی معاشرے میں طلاق کے بعد عورت اور بچوں کو درپیش مشکلات بھی قابلِ توجہ ہیں۔ مطلقہ عورت کو سماجی طعن کا نشانہ بنانا یا اسے ہر صورت میں قصوروار سمجھنا ایک ایسا رویہ ہے جس کی اسلامی اخلاقیات میں گنجائش نہیں۔ اسی طرح بچے والدین کے اختلاف کا بوجھ اٹھانے کے لیے نہیں ہوتے۔ والدین کا رشتہ ختم ہو سکتا ہے، لیکن بچوں کے حقوق ختم نہیں ہوتے۔ طلاق کے سماجی اثرات پر ہونے والی تحقیق بھی اس مسئلے کے معاشی اور نفسیاتی پہلوؤں کی طرف توجہ دلاتی ہے۔ خاندانی نظام میں خواتین کے حقوق کا مسئلہ بھی بنیادی اہمیت رکھتا ہے۔ بعض خاندانوں میں عورت سے فرائض کی توقع کی جاتی ہے لیکن اس کے حقوق کو ثانوی حیثیت دی جاتی ہے۔ مہر، وراثت، نکاح میں رضامندی اور عزتِ نفس جیسے معاملات میں غفلت یا معاشرتی دباؤ خاندانی ناانصافی کو جنم دیتا ہے۔ قرآن مجید فرماتا ہے:

وَلَهُنَّ مِثْلُ الَّذِي عَلَيْهِنَّ بِالْمَعْرُوفِ

"اور عورتوں کے لیے بھی معروف طریقے کے مطابق ویسے ہی حقوق ہیں جیسے ان پر ذمہ داریاں ہیں۔[10]"

اس آیت کو خاندانی زندگی کے ایک بنیادی اصول کے طور پر دیکھا جا سکتا ہے۔ اس میں یہ تصور موجود ہے کہ ذمہ داری یک طرفہ نہیں۔ جس طرح عورت سے اپنے فرائض کی ادائیگی کی توقع ہے، اسی طرح اس کے حقوق کی حفاظت بھی ضروری ہے۔ وراثت کے معاملے میں بھی بعض معاشرتی رویے خاندانی تنازعات کا سبب بنتے ہیں۔ خاص طور پر خواتین کو ان کا شرعی حصہ نہ دینا یا خاندانی دباؤ کے ذریعے انہیں حق سے دستبردار ہونے پر مجبور کرنا اسلامی اصولِ عدل سے مطابقت نہیں رکھتا۔ ایسے معاملات میں مذہبی جذبات کے بجائے واضح شرعی اصول کی پابندی ضروری ہے۔ اولاد کی تربیت کا مسئلہ بھی موجودہ خاندانی زندگی کا اہم پہلو ہے۔ آج والدین کے پاس بچوں کے لیے وقت کم ہوتا جا رہا ہے۔ بعض اوقات مادی سہولیات کو تربیت کا متبادل سمجھ لیا جاتا ہے۔ بچے کو اچھا موبائل، مہنگا اسکول یا دیگر سہولیات فراہم کرنا اپنی جگہ اہم ہو سکتا ہے، لیکن اس سے والدین کی تربیتی ذمہ داری ختم نہیں ہوتی۔ بچے کو سچ بولنے، احترام کرنے، اختلاف برداشت کرنے، دوسروں کے حقوق سمجھنے اور اپنی ذمہ داری قبول کرنے کا شعور گھر ہی سے ملتا ہے۔ قرآن مجید حضرت لقمان علیہ السلام کی اپنے بیٹے کو نصیحتوں کے ذریعے تربیت کا ایک خوب صورت نمونہ پیش کرتا ہے۔[11] اس میں عقیدہ، عبادت، اخلاق، معاشرتی رویے اور تکبر سے اجتناب

سب شامل ہیں۔ اس سے واضح ہوتا ہے کہ اسلامی تربیت صرف مذہبی معلومات منتقل کرنے کا نام نہیں بلکہ شخصیت کی متوازن تشکیل ہے۔

والدین اور اولاد کے تعلق میں دوسری طرف والدین کا حد سے زیادہ کنٹرول بھی مسئلہ پیدا کر سکتا ہے۔ بالغ اولاد کے جائز فیصلوں کو ہر وقت اپنی مرضی کے مطابق چلانے کی کوشش بعض اوقات گھر میں مستقل تناؤ پیدا کرتی ہے۔ احترام کا تقاضا یہ نہیں کہ ہر فیصلہ والدین کی مرضی سے ہو، بلکہ یہ ہے کہ اختلاف بھی ادب اور حسنِ سلوک کے ساتھ کیا جائے۔ بزرگوں کی دیکھ بھال بھی اسی سلسلے کا حصہ ہے۔ قرآن مجید نے والدین کے ساتھ حسنِ سلوک کو عبادتِ الٰہی کے ساتھ ذکر کیا ہے:

وَقَضَىٰ رَبُّكَ أَلَّا تَعْبُدُوا إِلَّا إِيَّاهُ وَبِالْوَالِدَيْنِ إِحْسَانًا

"اور تمہارے رب نے فیصلہ کر دیا ہے کہ تم اس کے سوا کسی کی عبادت نہ کرو اور والدین کے ساتھ حسنِ سلوک کرو۔[12]"

آج جب نوجوان روزگار اور تعلیم کے لیے دوسرے شہروں یا ممالک میں منتقل ہو جاتے ہیں تو والدین کی جسمانی خدمت مشکل ہو سکتی ہے، لیکن اس کا مطلب یہ نہیں کہ ذمہ داری ختم ہو گئی۔ رابطہ، مالی تعاون، علاج کا انتظام اور جذباتی توجہ بھی اسی ذمہ داری کا حصہ ہیں۔ سوشل میڈیا نے خاندانی تعلقات کو ایک نئی سطح پر متاثر کیا ہے۔ ایک ہی گھر میں رہنے والے افراد کئی مرتبہ ایک دوسرے سے بات کرنے کے بجائے اپنے موبائل فون میں مصروف رہتے ہیں۔ اس کے علاوہ غیر مصدقہ معلومات، نجی تصاویر کی ترسیل، دوسروں کے گھریلو معاملات میں دلچسپی اور سوشل میڈیا پر پیدا ہونے والے شکوک بھی خاندان میں بے اعتمادی پیدا کر سکتے ہیں۔

قرآن مجید نے خبر کے بارے میں تحقیق کا اصول دیا ہے:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِن جَاءَكُمْ فَاسِقٌ بِنَبَإٍ فَتَبَيَّنُوا

"اے ایمان والو! اگر کوئی فاسق تمہارے پاس کوئی خبر لائے تو تحقیق کر لیا کرو۔[13]"

اگر اس اصول کو موجودہ ڈیجیٹل ماحول میں لاگو کیا جائے تو خاندان کے افراد ایک دوسرے کے بارے میں سوشل میڈیا کی باتوں یا غیر مصدقہ پیغامات کی بنیاد پر فیصلے کرنے سے بچ سکتے ہیں۔

اسلامی نظریۂ حیات اور خاندانی نظام

پروفیسر خورشید احمد کے تصورِ اسلامی نظریۂ حیات کو سامنے رکھا جائے تو اسلام میں زندگی کو محض فرد کی ذاتی اور مادی ضروریات تک محدود نہیں کیا گیا بلکہ انسانی زندگی کے انفرادی، اخلاقی، معاشرتی اور اجتماعی پہلوؤں کو

ایک دوسرے سے مربوط سمجھا گیا ہے۔ اسلام انسان کو ایک ذمہ دار مخلوق قرار دیتا ہے اور اس کی زندگی کے مختلف شعبوں کے لیے ایسے اصول فراہم کرتا ہے جن کے ذریعے فرد کی اصلاح کے ساتھ معاشرے کی تعمیر بھی ممکن ہو۔ اس اعتبار سے خاندان اسلامی معاشرت کا ایک بنیادی ادارہ ہے، کیونکہ فرد کی ابتدائی تربیت، اخلاقی تشکیل، دینی شعور اور معاشرتی رویوں کی بنیاد عموماً خاندان ہی میں پڑتی ہے۔ اسلامی نظریۂ حیات میں خاندان محض رہائش یا معاشی اشتراک کا نام نہیں بلکہ ایک اخلاقی اور ذمہ دارانہ تعلق ہے۔ نکاح کے ذریعے قائم ہونے والے اس رشتے میں شوہر اور بیوی دونوں کے حقوق و فرائض متعین ہیں، جبکہ اولاد کی تربیت اور پرورش بھی والدین کی ذمہ داری قرار پاتی ہے۔ اس طرح خاندان فرد کو صرف جذباتی وابستگی فراہم نہیں کرتا بلکہ اسے ذمہ داری، ایثار، احترام، تعاون اور حقوق العباد کا عملی شعور بھی دیتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اسلامی معاشرت میں خاندان کی مضبوطی کو معاشرے کی اخلاقی مضبوطی سے الگ نہیں کیا جا سکتا۔

خورشید احمد کے پیش کردہ اسلامی نظامِ زندگی کے تصور کی روشنی میں یہ بات سامنے آتی ہے کہ معاشرتی مسائل کا حل صرف قانونی یا انتظامی اقدامات سے نہیں بلکہ ایک ایسے اخلاقی تصورِ زندگی سے وابستہ ہے جو انسان کے رویوں کو اندر سے منظم کرے۔ اگر فرد کے اندر اللہ تعالیٰ کے سامنے جواب دہی، تقویٰ، عدل، امانت اور ذمہ داری کا احساس پیدا ہو تو اس کے اثرات اس کے خاندانی تعلقات پر بھی مرتب ہوتے ہیں۔ چنانچہ شوہر اور بیوی کے باہمی تعلقات، والدین اور اولاد کے روابط، بزرگوں کا احترام اور رشتہ داروں کے حقوق محض معاشرتی رسوم نہیں رہتے بلکہ دینی اور اخلاقی ذمہ داری کی حیثیت اختیار کر لیتے ہیں۔(14)

اسلامی نظریۂ حیات کی روشنی میں خاندانی مسائل کا تدارک

خاندانی مسائل کا اسلامی حل محض چند احکام بیان کرنے سے سامنے نہیں آتا۔ اس کے لیے اس اخلاقی مزاج کو سمجھنا ضروری ہے جس پر اسلامی معاشرت قائم ہے۔ قرآن مجید نے عدل، احسان، صلہ رحمی، امانت اور حسنِ سلوک کو معاشرتی زندگی کے بنیادی اصولوں میں شمار کیا ہے۔ خاندان اسی معاشرتی نظام کی پہلی سطح ہے، اس لیے اگر ان اقدار کا آغاز گھر سے نہ ہو تو انہیں معاشرے کی سطح پر مضبوط کرنا مشکل ہو گا۔ سب سے پہلے ازدواجی زندگی کے بارے میں سوچ کو درست کرنے کی ضرورت ہے۔ شادی کو صرف سماجی حیثیت، خاندانوں کے ملاپ یا مالی سہولت کے طور پر دیکھنے کے بجائے اسے ذمہ دارانہ عہد سمجھنا ضروری ہے۔ شوہر اور بیوی دونوں کو یہ سمجھنا ہو گا کہ اختلاف کا مطلب رشتہ ختم کرنا نہیں اور خاموشی کا مطلب مسئلہ حل ہونا نہیں۔ گفتگو، برداشت اور ایک دوسرے کی بات سننے کی عادت ازدواجی زندگی کو بہت سے غیر ضروری تنازعات سے بچا سکتی ہے۔

اسلامی تعلیمات میں باہمی مشاورت کی اہمیت بھی واضح ہے۔ قرآن مجید نے اہلِ ایمان کی صفت بیان کرتے ہوئے فرمایا:

وَأَمْرُهُمْ شُورَىٰ بَيْنَهُمْ

"اور ان کے معاملات باہمی مشورے سے طے ہوتے ہیں۔[15]"

اگر خاندان میں اہم فیصلے باہمی مشورے سے ہوں تو شوہر اور بیوی دونوں کو اپنے تعلق میں شرکت اور ذمہ داری کا احساس ہوتا ہے۔ بچوں کی تعلیم، رہائش، والدین کی دیکھ بھال، مالی منصوبہ بندی اور دیگر اہم معاملات میں مشاورت خاندان کے اندر اعتماد پیدا کر سکتی ہے۔ اسی طرح اختلاف کی صورت میں ثالثی اور اصلاح کے نظام کو مضبوط کرنے کی ضرورت ہے۔ ہر تنازع کو عدالت یا طلاق تک پہنچنے سے پہلے مناسب counseling اور mediation کے ذریعے حل کرنے کی کوشش کی جا سکتی ہے۔ البتہ اس عمل میں کسی فریق پر غیر ضروری دباؤ نہیں ہونا چاہیے۔ اسلامی اصلاح کا مقصد رشتہ بچانے کے ساتھ انصاف کو برقرار رکھنا بھی ہے۔ خاندانی نظام کے استحکام کے لیے معاشی معاملات میں سادگی اور ذمہ داری ضروری ہے۔ شادی کے اخراجات کو غیر ضروری رسومات سے آزاد کرنا، آمدنی کے مطابق طرزِ زندگی اختیار کرنا اور قرض لے کر معاشرتی نمود و نمائش سے گریز کرنا کئی خاندانوں کو بعد کے مالی دباؤ سے محفوظ کر سکتا ہے۔ یہاں اسلامی تصورِ قناعت کو محض صبر کی تلقین کے طور پر نہیں بلکہ معاشی رویے کے اصول کے طور پر سمجھنے کی ضرورت ہے۔

خواتین کے حقوق کی حفاظت بھی خاندانی اصلاح کا لازمی حصہ ہے۔ اسلام نے عورت کو وراثت، مہر اور نکاح میں رضامندی سمیت متعدد حقوق دیے ہیں۔ ان حقوق کی ادائیگی خاندان کو کمزور نہیں کرتی بلکہ اسے انصاف کی بنیاد فراہم کرتی ہے۔ اسی طرح عورت سے اس کی استطاعت سے زیادہ کام کی توقع رکھنا یا اس کی رائے کو ہمیشہ نظر انداز کرنا بھی اسلامی اخلاق کے مطابق نہیں۔

اولاد کی تربیت کے لیے گھر میں ایک ایسا ماحول پیدا کرنا ضروری ہے جہاں بچے والدین سے خوف کی وجہ سے نہیں بلکہ اعتماد کی بنیاد پر گفتگو کر سکیں۔ اس کا مطلب یہ نہیں کہ والدین بچوں کو ہر معاملے میں آزاد چھوڑ دیں، بلکہ یہ ہے کہ نظم و ضبط اور محبت دونوں کو ساتھ رکھا جائے۔ والدین خود اگر موبائل فون کے استعمال، گفتگو، سچائی اور دوسروں کے احترام میں مناسب مثال قائم کریں گے تو بچوں کی تربیت زیادہ مؤثر ہو گی۔ خاندان میں بزرگوں کا مقام بھی محض ایک ثقافتی روایت نہیں بلکہ دینی ذمہ داری ہے۔ تاہم بزرگوں کے احترام کے ساتھ نئی نسل کی جائز ضروریات کو سمجھنا بھی ضروری ہے۔ اگر دو نسلیں ایک دوسرے کو صرف تنقید کی نظر سے دیکھیں گی تو فاصلے

بڑھیں گے۔ اس کے بجائے تجربے اور نوجوانی کی توانائی کو ایک دوسرے کے لیے معاون بنانا زیادہ مفید ہے۔ صلہ رحمی بھی خاندانی استحکام کا ایک اہم ذریعہ ہے۔ موجودہ دور میں بعض اوقات معمولی اختلافات مستقل قطع تعلقی کا سبب بن جاتے ہیں۔ اسلام نے رشتہ داری قائم رکھنے پر زور دیا ہے۔ صلہ رحمی کا مطلب ہر اختلاف کو ختم کر دینا نہیں بلکہ اختلاف کے باوجود تعلق کی بنیادی حرمت اور انسانی احترام کو برقرار رکھنا ہے۔ اسی طرح خاندان کے اندر معافی اور درگزر کی روایت کو مضبوط کرنا ضروری ہے۔ ہر شخص سے غلطی ہو سکتی ہے۔ اگر میاں بیوی، والدین اور اولاد یا بہن بھائی ہر غلطی کو ہمیشہ کے لیے محفوظ رکھتے رہیں تو تعلقات بوجھ بن جاتے ہیں۔ اسلامی اخلاق میں عفو و درگزر کو اہم مقام حاصل ہے، اور یہی رویہ خاندانی زندگی میں بھی سکون پیدا کر سکتا ہے۔ یہاں یہ بات بھی قابلِ توجہ ہے کہ اسلامی خاندانی نظام کو محض ماضی کے معاشرتی ڈھانچے کے ساتھ مساوی قرار دینا درست نہیں۔ آج کے خاندان کو نئے مسائل کا سامنا ہے، اس لیے بنیادی اسلامی اصولوں کو موجودہ حالات میں حکمت کے ساتھ بروئے کار لانے کی ضرورت ہے۔ Family counseling، premarital education، parenting programmesاور mediation جیسے جدید ذرائع اگر اخلاقی اور شرعی اصولوں کے ساتھ استعمال کیے جائیں تو خاندانی اصلاح میں معاون ہو سکتے ہیں۔

خلاصہ تحقیق

پاکستانی معاشرے میں خاندانی نظام آج ایک ایسے مرحلے سے گزر رہا ہے جہاں پرانی معاشرتی ساخت اور نئی سماجی حقیقتیں ایک دوسرے کے ساتھ تعامل کر رہی ہیں۔ مشترکہ خاندان کے مسائل اپنی جگہ موجود ہیں اور جداگانہ خاندان کو بھی تنہائی، معاشی دباؤ اور رشتہ داری کے کمزور روابط جیسے مسائل کا سامنا ہے۔ اسی طرح جدید ٹیکنالوجی نے زندگی کو آسان بنانے کے ساتھ انسانی تعلقات کے لیے نئے سوالات بھی پیدا کیے ہیں۔

اس صورتحال میں خاندانی نظام کی اصلاح کا مطلب صرف ماضی کے کسی ایک خاندانی ڈھانچے کو دوبارہ قائم کرنا نہیں۔ اصل ضرورت ان اخلاقی اصولوں کی طرف رجوع کی ہے جن پر مضبوط خاندان قائم ہوتا ہے۔ اسلام نے نکاح کو عہد، ازدواجی زندگی کو سکون و رحمت، والدین کو احترام، اولاد کو تربیت، خواتین کو حقوق، رشتہ داروں کو صلہ اور اختلاف کو اصلاح کے دائرے میں رکھا ہے۔ یہی جامع تصور اسلامی خاندانی نظام کو محض ایک قانونی نظام سے ممتاز کرتا ہے۔

پاکستانی معاشرے میں خاندانی استحکام اسی وقت پیدا ہو سکتا ہے جب حقوق اور ذمہ داریوں کو ایک دوسرے سے جدا نہ کیا جائے۔ شوہر اپنے حقوق کے ساتھ اپنی ذمہ داری کو سمجھے، بیوی اپنے حقوق کے ساتھ

خاندان کی ذمہ داریوں کو محسوس کرے، والدین احترام کے ساتھ اولاد کی شخصیت کو سمجھیں اور اولاد آزادی کے ساتھ والدین کے حقوق کا بھی خیال رکھے۔ اسی توازن میں خاندان کی حقیقی مضبوطی پوشیدہ ہے۔

آخرکار یہ کہا جا سکتا ہے کہ خاندانی نظام کی اصلاح صرف قوانین یا معاشرتی نعروں سے ممکن نہیں۔ اس کے لیے گھر کے اندر اخلاقی تربیت، باہمی احترام اور ذمہ داری کے احساس کو زندہ کرنا ہوگا۔ اسلامی نظریۂ حیات اس اصلاح کے لیے بنیادی فکری اور اخلاقی بنیاد فراہم کرتا ہے۔ اگر ان اصولوں کو محض تقریروں اور نصابی مباحث تک محدود رکھنے کے بجائے روزمرہ خاندانی زندگی کا حصہ بنایا جائے تو پاکستانی معاشرے میں خاندان نہ صرف اپنی روایتی قوت برقرار رکھ سکتا ہے بلکہ بدلتے ہوئے حالات میں ایک متوازن اور مؤثر سماجی ادارے کے طور پر اپنا کردار بھی ادا کر سکتا ہے۔

نتائج تحقیق

اس تحقیق سے واضح ہوتا ہے کہ پاکستانی معاشرے میں خاندانی نظام کو درپیش مسائل کسی ایک سبب کا نتیجہ نہیں بلکہ معاشی، سماجی، ثقافتی اور اخلاقی عوامل ایک دوسرے کے ساتھ مل کر ان مسائل کو پیدا کرتے ہیں۔

یہ بات بھی سامنے آتی ہے کہ مشترکہ یا جداگانہ خاندان میں سے کسی ایک کو ہر صورت میں بہترین قرار دینا درست نہیں۔ خاندان کی کامیابی کا اصل معیار اس کے رہائشی ڈھانچے سے زیادہ اس میں موجود باہمی احترام، حقوق کی ادائیگی، شخصی حدود اور ذمہ داری کا احساس ہے۔

میاں بیوی کے اختلافات میں سب سے اہم ضرورت بروقت گفتگو اور اصلاح کی ہے۔ جب معمولی اختلاف کو انا، خاندان کی مداخلت اور الزام تراشی کے ذریعے بڑھایا جاتا ہے تو مسئلہ زیادہ پیچیدہ ہو جاتا ہے۔ قرآن کا اصولِ اصلاح اور ثالثی موجودہ خاندانی تنازعات میں بھی قابلِ عمل رہنمائی فراہم کرتا ہے۔

معاشی دباؤ خاندانی تنازعات کو بڑھانے والا ایک اہم عامل ہے۔ غیر ضروری معاشرتی اخراجات، نمود و نمائش اور آمدنی سے زیادہ طرزِ زندگی اختیار کرنا گھر کے اندر مسلسل دباؤ پیدا کر سکتا ہے۔ اسلامی تصورِ اعتدال اور قناعت اس سلسلے میں عملی رہنمائی فراہم کرتا ہے۔

خواتین کے حقوق کا تحفظ خاندانی نظام کے استحکام کے لیے ضروری ہے۔ عورت کو اس کے شرعی حقوق سے محروم کر کے خاندان کو مضبوط نہیں کیا جا سکتا۔ اسی طرح مرد کی ذمہ داریوں کو نظر انداز کرنا بھی اسلامی تصورِ خاندان کے خلاف ہے۔

اولاد کی تربیت صرف تعلیمی ادارے کی ذمہ داری نہیں۔ گھر کا ماحول، والدین کا رویہ اور روزمرہ کا عملی نمونہ بچوں کی شخصیت پر گہرا اثر ڈالتا ہے۔ اس لیے خاندانی اصلاح کا ایک اہم پہلو والدین کی تربیتی ذمہ داری کا احساس پیدا کرنا ہے۔

موجودہ ڈیجیٹل ماحول میں سوشل میڈیا خاندانی تعلقات کے لیے فائدہ مند بھی ہو سکتا ہے اور نقصان دہ بھی۔ مسئلہ ٹیکنالوجی نہیں بلکہ اس کا غیر ذمہ دارانہ استعمال ہے۔ اسلامی اصولِ تحقیق، رازداری اور حسنِ معاشرت کو جدید ڈیجیٹل زندگی پر بھی لاگو کرنے کی ضرورت ہے۔

تحقیق کا بنیادی نتیجہ یہ ہے کہ اسلامی نظریۂ حیات خاندانی نظام کو صرف قانونی احکام کے ذریعے نہیں بلکہ اخلاقی اصولوں کے ذریعے مضبوط کرتا ہے۔ عدل، رحمت، مشاورت، ذمہ داری، صلہ رحمی اور حسنِ معاشرت وہ اصول ہیں جو خاندان کے مختلف افراد کے حقوق اور ذمہ داریوں میں توازن پیدا کرتے ہیں۔

حوالہ جات

1. حافظ سیف الرحمن، اور صاحبزادہ باز محمد، "پاکستان کے مشترکہ اور جداگانہ خاندانی نظام میں درپیش مسائل کا شرعی تدارک"، Al-Mithaq: Research Journal of Islamic Theology، جلد2، شمارہ2، 2023ء، ص139–148۔
2. بزمی، حافظ عمر فاروق، مدثر احمد، اور ساجد اسد اللہ، "پاکستان میں خاندانی نظام کو درپیش سماجی تحدیات: تجزیاتی مطالعہ"، Ulūm al-Sunnah، جلد3، شمارہ2، 2025ء۔
3. محمد شاران، اور مبشر حسن، "پاکستان میں جدید سماجی مسائل اور ان کا تدارک: اسلام کے تناظر میں تحقیقی جائزہ"، Al-Kashaf، جلد5، شمارہ3، 2025ء، ص13–29۔
4. صفدر، رقیہ، اور تاج الدین ازہری، "اسلامی تعلیمات کی روشنی میں طلاق کے سماجی اثرات کا تحقیقی مطالعہ"، GUMAN، جلد6، شمارہ3، 2023ء، ص68–78۔
5. شازیہ رشید عباسی، اور فرح جبین، "عصر حاضر میں خاندانی نظام کو درپیش مسائل اور اسلامی حل: ایک تحقیقی مطالعہ"، Al Khadim Research Journal of Islamic Culture and Civilization، جلد7، شمارہ1، 2026ء، ص39–49۔
6. القرآن الکریم، النساء: 21۔
7. القرآن الکریم، النساء: 19۔

8. القرآن الکریم، الطلاق:7۔
9. القرآن الکریم، النساء:35۔
10. القرآن الکریم، البقرۃ:228۔
11. القرآن الکریم، لقمان:13–19۔
12. القرآن الکریم، الإسراء:23۔
13. القرآن الکریم، الحجرات:6۔
14. خورشید احمد، اسلامی نظریۂ حیات، کراچی: شعبۂ تصنیف و تالیف و ترجمہ، صفحہ 109، جامعہ کراچی، 1988
15. القرآن الکریم، الشوریٰ:38۔